جنوبی ایشیاء کے نامور ماہرِ تعلیم

شیخ احمد ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ ـــــــ حالات وافکار

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد☆

سطح ارضی پر ہندوستان بہت پرانا آباد ملک ہے مشہور ہے کہ حضرت آدمؑ یہیں اتارے گئے ۔ یہ بہت وسیع ملک ہے کسی زمانہ میں لنکا ، برما اور افغانستان بھی اس کا حصہ تھے ۔ ہندوستان کے قریب ترین علاقے سندھ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بسلسلہ تبلیغ اسلام اور اشاعت دین آمد تاریخ کی کتابوں میں مشہور ہے صحابہ کرامؓ کی ہی برکت سے اس خطہ میں اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کا آغاز ہوا ہے ۔

صحابہ کرامؓ کے بعد خلفاء بنی امیہ کے دور میں حجاج بن یوسف کے بھتیجے اور داماد فاتح سندھ محمد بن قاسم کی فتوحات مشہور اور تاریخ اسلام کا معروف باب ہے جن کے حسن اخلاق اور اچھے کردار کی وجہ سے لاتعداد کافر مسلمان ہو گئے اور لوگ اسلام کی تعلیمات اور نظام اخلاقیات سے متاثر ہوئے ۔ سلطان سبکتگین اور ان کے صاحبزادے محمود غزنوی کے ہندوستان پر مسلسل حملے اور کامیابیاں اور اس کے نتیجے میں اشاعت اسلام تاریخ اسلام کے درخشندہ ابواب میں سے ہے ۔ اسی طرح دیگر سلاطین دہلی کے کارنامے معروف ہیں ۔

سلاطین دہلی کے بعد سلاطین مغلیہ کا زمانہ آتا ہے ان کا عہد اسلامی فتوحات اور اسلامی خدمات کا ایک سنہرا دور شمار کیا جاتا ہے خاص طور پر اورنگ زیبؒ عالمگیر کا عہدِ حکومت ، ان کا زمانہ عدل وانصاف ، مختلف فتنوں کی سرکوبی ، باطل قوتوں کی ہزیمت ، علم دین اور اہلِ دین کی حوصلہ افزائی اور ترقی کا زمانہ ہے ۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ خود ایک مقتدر اور مستند عالم دین تھے اس وجہ سے علماء ومشائخ کی قدردانی اور حوصلہ افزائی میں پیش پیش تھے کیونکہ سونے کی قدر سنار ہی جانتا ہے ۔

دور عالمگیری کے ممتاز ، خداترس اور ممتاز علماء ومشائخ میں حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ کا نام سرفہرست ہے بلکہ ملاجیونؒ کی مزید امتیازی شان یہ تھی کہ خود سلطانؒ ان کے شاگرد تھے اور ان سے سلطان کو باقاعدہ شرف تلمذ حاصل تھا کہا جاتا ہے کہ سلطان اس مقدس نسبت کی وجہ سے ملا موصوفؒ کی بہت عزت واکرام اور احترام کرتے تھے ۔ دوسری طرف ملاجیونؒ کی خداترسی ، بے غرضی ، للّٰہیت اور تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے اس قرب سلطانی

☆ چیئرمین شعبۂ القرآن والسنۃ ،کلیۂ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی،

کو کبھی بھی حصول دنیا اور اکتساب مال کا ذریعہ نہیں بنایا جیسا کہ اس زمانہ میں روایت تھی بلکہ کہا جاتا ہے کہ آپ دربار شاہی سے سوائے اپنے کھانے اور کپڑے کے اور کوئی وظیفہ وغیرہ نہیں لیتے تھے۔

یہ بات مسلّمہ ہے اور ہر پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے کہ ہمارے اسلافؒ کو اللہ تعالیٰ نے دین، فہم دین اور اشاعت دین کے لیے چنا تھا اور منتخب فرمایا تھا تاکہ خود دین سمجھیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ورثہ دوسروں تک پہنچائیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان تمام لیاقتوں اور خوبیوں سے مزین فرمایا جن کی بدولت وہ دین اور علم دین کو خود سمجھیں، اور پھر اپنے اخلاف تک تقریر اور تحریر کی شکل میں پہنچائیں۔

چناں چہ ملا جیونؒ کا حافظہ قابلِ رشک تھا انھوں نے سات سال کی عمر میں قرآن کریم زبانی حفظ کیا تھا سچ یہ ہے کہ یہ ملا جیون کے غیر معمولی حافظہ کی بین دلیل کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے معجزہ ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ 22 سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت حاصل کر چکے تھے اور باقاعدہ تدریس کا آغاز کر دیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ بلکہ طالب علمی کے زمانہ ہی سے تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کر دیا تھا ''نورالانوار'' جیسی شہرۂ آفاق شرح جو مشرق اور مغرب میں متداول ہے اور مشہور ہے اور پر مغز اور ذخیرۂ علوم ہے، انھوں نے نہایت ہی مختصر مدت میں تحریر فرمائی تھی اور مزید یہ کہ تصنیف کے وقت سب کچھ اپنی یادداشت سے لکھا ہے اس وقت ان کے پاس کوئی معاون کتاب یا کتابیں موجود نہیں تھیں سبحان اللہ! کیا شان تھی ان پاک اور قدسی نفوس کی۔

ملا جیونؒ کو تفسیر اور اصولِ فقہ سے خاص شغف تھا نورالانوار اور تفسیرات احمدیہ اس کی بین دلیل ہیں۔

ملا جیون کے حالات زندگی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ آپ بے شمار علمی اور عملی خوبیوں اور کمالات سے آراستہ تھے اور آپ کو متعدد علوم پر دسترس حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ کئی علوم میں آپ کی تصانیف موجود ہیں تفسیر، تجوید، مناقب، تصوف اور اصول فقہ میں آپ کی گراں قدر تالیفات اور مؤلفات موجود ہیں۔ گویا کہ آپ بیک وقت حافظ، قاری، مفسر، محدث، فقیہ، صوفی اور شاعر تھے۔

آیئے علم و عمل کی اس جامع شخصیت کے سوانح پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں، تاکہ ان کی شخصیت کا کسی قدر اندازہ ہو سکے۔

نام و نسب:

احمد بن ابی سعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق بن شاہ مخدوم

''مخدوم خاصہ'' ....اسی طرح یہ نسب نامہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ تک جا پہنچتا ہے۔عرف عام میں آپ ملا جیون یا شیخ جیون کے لقب سے مشہور ہیں۔[1]

اصل وطن:

آپ کے اسلاف (آباؤ اجداد) کا اصل وطن مکہ مکرمہ ہے مکہ مکرمہ سے آپ کے خاندان کے افراد نے ہندوستان ہجرت کی اور ہندوستان میں لکھنؤ کے مضافات میں رائے بریلی کے ایک چھوٹے سے مگر زرخیز قصبے امیٹھی میں سکونت اختیار کی اور اس کے بعد آپ کا خاندان مستقل وہاں رہائش پذیر ہوا۔[2]

پیدائش:

۱۰۴۸ھ میں ابی سعید کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام احمد رکھا گیا کسے کیا معلوم تھا کہ آگے چل کر یہ بچہ علم وعمل کے آسمان کا چمکتا دمکتا ستارہ ہوگا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ وقت کے اکابرین میں شمار ہوگا۔ عام بچوں کی طرح اس کی بھی نشوونما ہوئی لیکن اس بچے کی ذہانت اور شوق کا علم اس وقت ہوا جب آپ نے اس عمر میں جس عمر کو عام بچے لہوولعب میں گزارتے ہیں قرآن مجید حفظ کرلیا اور پورے قصبے میں اس کا چرچا ہوا، ابی سعید کے گھر پیدا ہونے والا بچہ محض سات سال میں حفظ کر چکا ہے اگر چہ یہ بچہ یتیم تھا والد کا انتقال بچپن ہی میں ہو چکا تھا لیکن اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیتوں سے یہ عوام کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔

ہر شخص یہ تمنا لیے ہوا تھا کہ کاش ان کے بچے احمد جیسے لائق اور ذہین ہوں اور آگے چل کر وہ علم وعمل کے بے تاج بادشاہ بنیں لیکن یہ ہر بچے کا مقدر نہیں ہوتا یتیم ہونے کے باوجود پوری قوم آپ کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھنے لگی اور والد کی محبت جس سے آپ بچپن میں محروم ہو گئے تھے قوم کے افراد نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لے کر وہ محبت دی کہ آپ کو یہ احساس نہ ہونے دیا کہ آپ یتیم ہیں۔

قوم کی اس محبت نے آپ کو احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونے دیا اور انہی کی محبت نے آپ کو بام عروج پر پہنچایا اور آگے جا کر یہی بچہ جو ابوسعید کے گھر پیدا ہوا تھا ملا جیون اور شیخ جیون کے نام سے پہچانا جانے لگا اور اس کے سامنے وقت کے بڑے بڑے علماء سر جھکائے کھڑے ہوتے تھے۔ پورے ہندوستان میں آپ کے علم وعمل کا

چرچا ہونے لگا اور آپ بحیثیت ایک مفسر ومحدث سالک اصولی فقیہہ اور شاعر کے پہچانے جانے لگے اور آپ نے اپنے علم وعمل سے یہ ثابت کیا کہ وہ لوگ کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھتے جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے علمی وعملی دنیا میں جہد مسلسل کرتے ہوئے آزمائشوں سے نہیں گھبراتے اور نہ عمل کرنے میں سستی دکھاتے ہیں۔اور یہی جہدِ مسلسل تھی جس نے آپ کو پورے ہندوستان میں شہرت کی راہ پر گامزن کردیا آپ کتاب زندگی کے اوراق برابر الٹ رہے تھے اور ہر آنے والی صبح نیا ورق الٹ دیتی تھی لیکن ہر ورق کے ساتھ ملاجیون کا ایک نیا علمی کارنامہ ان کی شہرت کا سبب بنتا جارہا ہے اور آپ کی کتابِ زندگی میں برابر یہ درج ہورہا تھا کہ دنیا میں کوئی بھی فرد جہدِ مسلسل کے بغیر بامِ عروج تک نہیں پہنچ سکتا بالآخر آپ نے دیکھا کہ آپ بامِ عروج کو چھونے لگے اور دنیا آپ کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہوتی تھی۔اہلیانِ علاقہ دیکھنے کے لیے ترستے تھے اس طرح یہ بچہ جو ابوسعید کے گھر پیدا ہوا جس کا نام احمد رکھا گیا جو بچپن میں یتیم ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت، قوم کی محبت اور اپنی محنت نے اسے احمد سے ملاجیون بنا کر بام عروج تک پہنچا دیا۔

تعلیم وتربیت:

فرد کی نجات وفلاح اس وقت ہوسکتی ہے جب اس کی صحیح تعلیم وتربیت ہو اور معاشرے کی اصلاح بھی وہ شخص کرسکتا ہے جس کی اپنی تعلیم وتربیت صحیح ہوئی ہو ان دو حقیقتوں پر پختہ یقین رکھنے اور شرح صدر سے جو نکھری ہوئی اسلامی فکر پیدا ہوتی ہے اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ خدا کی رضا اور آخرت کی فلاح کو یکسوئی اور اخلاص اور صحیح فہم کے ساتھ مقصود بنا کر جو زندگی گذاری جائے وہی کامیاب اور مطلوب زندگی ہے خواہ وہ آرام وآسائش اور خوشی میں گذرے یا مصائب وآلام اور غربت وافلاس، محکومی اور مظلومی میں گذرے یا اقتدار وآزادی میں یا آزمائش وتعذیب میں گذرے یا دنیا کے وسائل وذرائع پر قابض ومتصرف ہوکر دیکھنا یہ نہیں ہے کہ زندگی کس طرح گذری بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ کس کو مقصود بنا کر گذری اس دنیا میں نہ محروم انسانوں کی گنتی ممکن ہے نہ محرومیوں کا شمار ممکن ہے ہزاروں حسرتیں پوری ہونے کے بعد بھی آدمی یہی کہتا ہے۔

بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

لیکن سب سے بڑا محروم وہ ہے جو علم وعمل سے بہرہ ور نہ ہو کیوں کہ تعلیم انسان کو گھٹا ٹوپ اندھیروں

سے نکال کر روشنی کی طرف لاتی ہے اور تعلیم ہر انسان کو راہِ ہدایت دکھلاتی ہے اور اسی کے ذریعے انسان راہ ہدایت پر گامزن ہوسکتا ہے تعلیم وتربیت کا اثر ہمیشہ انسان کی زندگی پر مرتب ہوتا ہے صحیح تعلیم وتربیت اور صحیح ماحول انسان کو معلم بنا دیتا ہے اور غلط تعلیم وتربیت انسان کو ضلالت کے تاریک گڑھے میں پھینک دیتی ہے اور ایک ایسے بیابان کی طرف لے جاتی ہے کہ جس بیابان سے واپسی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتی ہے۔ پھر انسان کو علم وعمل کے گلستان میں داخل ہونا تو دور کی بات ہے انسان کو علم وعمل کا گلستان دیکھنا تک نصیب نہیں ہوتا اور انسان ایسے کانٹے بکھیر لیتا ہے کہ جس کا چننا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے۔

پھر انسان صدائیں بلند کرتا ہے لیکن سننے والا کوئی نہیں ہوتا اس طرح اس محروم انسان کی یہ صدا صدا بہ صحرا ثابت ہوتی ہے اور وہ مایوس ہو کر ان اندھیروں سے نکلنے کی ناممکن کوشش کرتا ہے اور ہمیشہ ایک نئی سوچ لے کر جدوجہد کرتا ہے مگر غلط تعلیم وتربیت کی وجہ سے بجائے جنت کی راہ پر گامزن ہونے کے جہنم کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

اس لیے انسان اور معاشرے کی اصلاح کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ انسان کی صحیح تعلیم وتربیت ہو جو انسان کو راہ ہدایت دکھلا سکے۔

اسی طرح انسان کامیابی کی شاہراہ کا مسافر بن جاتا ہے۔ چناں چہ ملا جیون کی کامیابی کا سب سے بڑا راز ان کی صحیح تعلیم وتربیت ہے جس کے نتیجے میں احمد سے ملا جیون بن کر علم وعمل کے آفتاب ومہتاب بنے آپ پر ہمیشہ اساتذہ کی شفقت رہی اور اساتذہ کی دعاؤں اور اپنی محنت کے ذریعے ملا جیون نے بہت جلد ہی معاصرین میں ایک نمایاں علمی مقام حاصل کر لیا چناں چہ آپ نے محض سات سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کر لیا اور بقول خود اگر چہ قواعد تجوید وقواعد تہجی اور اعراب سے ابھی صحیح معنوں میں واقف نہیں تھے تاہم الفاظ ان کے جملے اور عبارت صحت سے ادا کر لیتے تھے۔[۳۲] اور لوگ آپ کا منہ تکتے رہتے اور حیران ہوتے تھے کہ یہ بچہ اور یہ ان کا علمی مقام!

حفظ قرآن کے بعد اپنے دور کے معروف علماء کے سامنے زانوائے تلمذ طے کیا اور علوم عالیہ کی تعلیم حاصل کی آپ نے ملا لطف اللہ کوڑہ جہاں آبادی سے فاتحہ فراغ پڑھا۔[۳۳] اور اس عمر میں فراغت حاصل کی جس عمر میں عام طور پر انسان شباب کے گلستان میں قدم رکھ کر شباب کی مستیوں میں کھو کر غافل ہو جاتا ہے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر محض اپنی مستیوں میں مگن رہتا ہے۔ جنوں کے عالم میں زندگی گذارتا ہے بہت کم شاذ و نادر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اس دور میں اوج ثریا تک پہنچتے ہیں ملا جیون اس شباب کے ابتدائی حسین وجمیل لمحات میں فارغ ہوئے اس

وقت آپ کی عمر صرف ۲۲ سال تھی اور یہی وہ عمر تھی جب آپ معاشرے کی اصلاح کے لیے انتھک محنت اور جدو جہد کرنے لگے اور ایسے افراد کی تیاری میں مصروف ہوئے جو معاشرے کو صحیح سمت پر ڈال سکے اور قوم کو تعلیم سے بہرہ ور کر سکے قوم کو صحیح راہ پر گامزن کر سکے۔

محض ۲۲ سال کی عمر میں آپ نے تدریس شروع کی۔

شریعت کے احکامات و آداب کی اتباع اور پیروی کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہے۔ مسلمان اپنی عبرت ناک پستی کے باوجود مذہب کی پیروی اور عبادات سے شغف میں ہر مذہب کے پیروؤں سے آگے ہیں امت مسلمہ میں لاکھوں افراد اب بھی ایسے موجود ہیں جن کی زندگیاں قابلِ رشک حد تک خدا ترسی اور فرض شناسی کا نمونہ ہیں جن پر سوسائٹی اعتماد کرتی ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمان تعداد کے اعتبار سے بھی دنیا میں دوسری عظیم اکثریت ہیں لیکن اس جم غفیر میں کچھ افراد کا اتنے بلند مقام پر فائز ہونا یہ محض اللہ کی دین ہے کہ وہ کسی کو غیر معمولی حافظہ سے نواز دیں ملا جیون بھی ان ہی افراد میں سے ایک فرد ہیں جن کو خلاق عالم نے غیر معمولی حافظے کی نعمت سے نوازا تھا۔

حافظہ اور فہم ہی ایسی چیز ہے جو کہ انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ اس کی ذات سے دنیا میں کیا پھیل رہا ہے اور لوگ اس سے کیا سیکھ رہے ہیں بھلائی یا برائی اور یہی حافظہ انسان کو مشکل سے مشکل مسائل کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور اسے حل کرنے میں معاون ہوتا ہے، یہ ایک عظیم نعمت خداوندی ہے۔

ملا جیون کو اللہ نے غیر معمولی حافظہ سے نوازا تھا کہ لوگ ملا جیون کے حافظے کی مثالیں دیا کرتے تھے ایک بار اگر کوئی قصیدہ سن لیتے تو فوراً یاد ہو جاتا تھا درسی کتابوں پر آپ کو اس قدر عبور حاصل تھا کہ عبارتیں از بر تھیں اور بغیر دیکھے عبارت پڑھا کرتے تھے۔[۵] یہی حافظے کا نتیجہ تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلہ فوراً حل کر لیا کرتے تھے اور جہد مسلسل اور تقویٰ کے علاوہ آپ کو اس مقام تک پہنچانے میں پایہ کے حافظے کا نمایاں کردار ہے۔

حج:

۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء میں آپ اجمیر اور دہلی روانہ ہوئے جہاں آپ نے کافی عرصہ قیام کیا اس دوران آپ وعظ و نصیحت کے میدان میں ایک تجربہ کار شہسوار کی طرح رہے اور خلاق عالم نے آپ کو ہمیشہ کامیابیوں سے ہم کنار کیا،

اچانک آپ کا ارادہ حج کرنے کا ہوا تو ۱۱۰۲ھ/۱۶۹۰ء میں آپ پہلی مرتبہ بیت العزت کی طرف روانہ ہوئے۔[۶]

اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۵ سال تھی کہ آپ نے پہلا حج ادا کیا دوران سفر دکن میں کچھ عرصے کے لیے ٹھہرے اور پھر روانہ ہوئے پانچ سال تک وہاں وعظ ونصیحت کرتے رہے اور لوگ پروانہ وار آپ کی اصلاحی مجالس میں شرکت کرتے تھے خلاق عالم نے آپ کی کوششوں کو وہاں بھی شرف قبولیت بخشا۔

دوسرا حج:

ہندوستان واپس آکر آپ پھر علمی و اصلاحی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دینے لگے اور تشنگانِ علوم نبوت کو سیراب کرنے لگے اور دل میں شوقِ زیارت دن بدن بڑھتا رہا کہ پھر بیت العزت کی زیارت نصیب ہو گرچہ یہاں اصلاحی کام کرتے رہے لیکن دن بدن یہ شوق بڑھتا رہا اور اسی شوق کے نتیجے میں آپ نے یہ ارادہ کیا کہ ایک بار پھر حج کے لیے مکہ مکرمہ پہنچوں۔

چناں چہ ۱۱۱۳ھ میں دوبارہ حجاز مقدس کے لیے عازم سفر ہوئے اور اس طرح وہاں پہنچ کر ایک سال اپنے والد اور دوسرے سال والدہ کی طرف سے حج بدل ادا کیا اور اس دوران وہاں بغیر کسی شرح ومراجعت کتب کے صحیحین کا درس دیتے رہے اور تشنگان علوم نبوت کو سیراب کرتے رہے اس طرح یہ شوق بھی پورا ہوا اور اسلامی عمل بھی جاری وساری رہا۔

سانحہ ارتحال:

ذی قعدہ ۱۱۳۰ھ ہی سے آپ نے اپنے سانحہ ارتحال کی اطلاع دینا شروع کی جو آپ کے خلوص للّٰہیت وتقویٰ کی بین دلیل ہے آپ اپنے وطن مولود جا کر فوت ہونا چاہتے تھے لیکن انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے قضاء وقدر اس کے مخالف تھی وطن مولود میں انتقال کا شوق ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن خلاق عالم کو یہ منظور نہ تھا چناں چہ آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی اور آپ نے ۸/ذی قعدہ کو تشنگان علوم نبوت کی پیاس بجھائی اور اس کے علاوہ تمام معمولات انجام دیئے کسے کیا معلوم تھا کہ علم تفسیر، حدیث واصول کا یہ تابندہ سورج غروب ہونے والا ہے کسے معلوم تھا کہ علوم کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اب خاموشی اختیار کرنے والا ہے۔

ہدایت کا یہ چراغ ٹمٹما رہا ہے اور تشنگانِ علوم نبوت اپنے اس روحانی والد سے جدا ہونے والے ہیں۔ اور ملا جیون کی یہ روحانی اولاد یتیم ہونے والی ہے لیکن چشم فلک کو آج یہ بھی دیکھنا تھا کہ اس روئے زمین پر اپنے معاصرین پر فائق یہ شخص آج پیوند خاک ہوگا اور روحانی اولاد دوبارہ اس بحرالعلوم کی آواز نہیں سن سکے گی لیکن چشم فلک نے دیکھا کہ نصف شب گذرنے کے بعد سینے میں تکلیف محسوس ہوئی جو بڑھتے بڑھتے پہلو تک پہنچی فرزند ملا عبدالقادر قریب تھے انھیں بلا کر بتایا کہ وقت آخر قریب ہے اور جامع مسجد کے جنوبی دلان میں لیٹ گئے۔ ے کلمہ طیبہ ورد زبان تھا اور اس طرح علم وعمل کا یہ سورج جو ہر شخص کو نفع پہنچا رہا تھا جس سے قوموں کی اصلاح ہو رہی تھی بالآخر یہ آفتاب ومہتاب لوگوں کو آنسو بہاتے چھوڑ کر اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ملا جیون کی علمی خدمات:

قرآن حکیم نور ہدایت ہے جو انسانیت کو فلاح وکامیابی کی راہ پر گامزن کرتا ہے اور گمراہی سے ہدایت کی طرف ظلم سے نور کی طرف سنگلاخ پہاڑوں سے سرسبز وشاداب گلستان کی طرف اور کانٹوں کے بستر سے پھولوں کی سیج کی طرف لے جاتا ہے۔

جس پر عمل انسان کو جہنم سے دور کر کے جنت میں داخل کرتا ہے اور اسے فلاح وکامیابی کی راہ پر گامزن کرتا ہے جو ایسے اصول قواعد وضوابط دیتا ہے کہ جن اصولوں اور قواعد وضوابط پر عمل سے انسان کی زندگی سنور جاتی ہے انسان انسانیت کے دائرے میں آجاتا ہے یہی اصول روحانی مادی اور اخروی کامیابی کی ضمانت ہے یہی اصول زندگی ہیں جنھیں شریعت کی زبان میں احکام کہتے ہیں اسی وجہ سے مسلمان مفکرین کی متفقہ رائے ہے کہ یہ نورِ ہدایت احکام ربانی کا لایزال مجموعہ ہے یہ وہ علم ہے جس میں قرآن مجید کی آیات سے احکام الٰہی مستنبط کیے جاتے ہیں اور اس کا موضوع وہی آیات ہوتی ہیں جو احکامات پر مشتمل ہوں جن میں مسلمانوں کو احکامات دیئے گئے ہوں اس لیے یہ علم اہم ترین قرار دیا جاتا ہے۔

اس لیے کہ احکام الٰہی کا مدعی ان احکامات کی پابندی کرتا ہے اس لیے بقیہ علوم اس علم کے لیے اسباب و ذرائع کا درجہ رکھتے ہیں۔

اور نزول قرآن کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان اپنے خالق کے احکامات سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہو اور اس

کے لیے اصول کا علم حاصل کرے اس لیے علماء امت نے اس موضوع پر کافی توجہ دی جن میں (۱) امام شافعیؒ (۲) امام ابوبکر جصاص (۳) محمد ابن عبداللہ ابن اعربی (۴) امام قرطبی (۵) امام آلوسی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اس موضوع پر تقریباً جتنی تصانیف ہیں سب کو مقبولیت عام اور شہرت دوام حاصل ہوئی ہے اور علماء کے ہاں معروف ہیں اور ایسی کتب آج کے اس دور میں بھی متداول اور باعث سند سمجھی جاتی ہیں۔

اور یہ علم تقریباً تمام بلاد اسلامیہ میں معروف ہے اور تمام بلاد اسلامیہ میں اس پر کام ہوا ہے اگر چہ عجم اسلام کے مرکز سے دور تھے اور یہاں کے مسلمان عجمی ثقافت میں پرورش پا رہے تھے لیکن اس کے باوجو. برصغیر کے علماء نے بھی اس پر اہم کام کیا ہے اور وہ قرآن مجید کے اس کام کی سعادت سے محروم نہیں تھے۔ الحمدللہ اس خطے کے رہنے والوں نے ہمیشہ قرآن وحدیث کی مثالی خدمت کی چناں چہ اسی خطے کے نامور عالم دین ملا جیون نے ''احکام القرآن'' کے موضوع پر ایک پُر مغز و قیمتی اور ایسی کتاب لکھی جسے اگر علمی شاہکار کہیں تو مبالغہ نہ ہوگا جسے بجا طور پر امام جصاصؒ کے احکام القرآن کی توسیع اور اس موضوع پر فقہ حنفی کا شاہکار کہا جا سکتا ہے۔

اور اس تصنیف کا نام ''التفسیرات الاحمدیہ'' رکھا فاضل مصنف نے خود اپنی اس کتاب کا تعارف کروایا ہے چناں چہ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امام سیوطیؒ نے الاتقان میں یہ کہا ہے کہ قرآن حکیم میں پانچ سو احکام کی آیات ہیں ۸ اور میں نے یہ بتایا کہ یہ قول امام غزالی کا ہے۔

خود ملا جیون کا بیان ہے کہ میں نے یہ کتاب سولہ سال کی عمر میں شروع کی جس وقت میں اصول شیخ الحسام پڑھ رہا تھا اور اس دوران میں بہت سی مشکلات سے دوچار ہوا۔ مصائب آئے تکالیف آئیں لیکن ان مصائب میں استقلال کا پہاڑ بنا رہا اور تکالیف کے اس میدان میں تن تنہا کھڑا رہا اور ان مصائب کا مقابلہ کرتا رہا اور اپنا کام بحسن خوبی جاری رکھا اور جب میری عمر اکیس سال ہوئی تو ۱۰۶۹ھ جاری تھا اور اسی سن میں میں نے یہ کتاب بحمداللہ مکمل کر لی۔

اس کا نام التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ مع تالیفات المسائل الفقہیہ رکھا اور خود مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مکمل نور ہدایت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ صرف احکامات کی تفسیر ہے۔

مصنفؒ نے تفسیر شروع کرنے سے قبل ایک طویل فہرست دی ہے جس میں آیات احکام والی سورتوں کے نام اور مستنبط مسائل کے موضوعات درج کیے گئے ہیں تاکہ استفادہ میں سہولت رہے۔

اگر ہم اس فہرست کا جائزہ لیں تو بہت سی دل چسپ باتیں سامنے آتی ہیں کہ صرف ۵۹ سورتوں میں

سے آیات احکام کا انتخاب کیا گیا ہے اور اس کتاب میں کل ۲۷ مسائل بیان کیے گئے ہیں اور اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے کہ انسان ان کے مطالعہ سے قلبی اطمینان حاصل کرلیں اور مطمئن رہیں اور ان مسائل میں سے ہر مسئلہ ایک آیت دو آیات پر مشتمل ہے بعض جگہوں پر زیادہ آیتوں پر بھی محیط ہے۔ جس سے انسان یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ ملاجیون نے کم وبیش پانچ سو آیات پر تفصیلی بحث کی ہے جن سے احکام اخذ کیے گئے ہیں اور اس کتاب میں تلاوت قرآن کی ترتیب برقرار رکھی گئی اور سورۃ البقرۃ سے کام شروع کیا گیا ہے۔

نیز مصنف رحمتہ اللہ علیہ احکامات کی ہر آیت کے آگے لفظ ''مسئلہ'' کے عنوان سے معنون کر کے بات شروع کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سابقہ آیات کا مسئلہ اور متعلقہ باتیں اور موضوعات اختتام پذیر ہو کر اک نیا مسئلہ شروع ہو رہا ہے۔

متعلقہ آیات تحریر کرنے کے بعد عموماً ملاجیون آیت کا شان نزول بیان کرتے ہیں اور اس آیت کے بارے میں منقول احادیث نبویہ اور آثار صحابہ اقوال مفسرین واقوال آئمہ کرام نقل کر کے زیرِ بحث موضوع پر دیگر آیات بھی نقل کرتے ہیں۔

صاحب تفسیرات احمدیہ عموماً تمام مسائل میں فقہ حنفی کی تائید کرتے ہیں اور اس کی تائید میں ساری قوت صرف کرتے ہیں صرف ایک مسئلہ ایسا ہے کہ جس میں وہ اسلاف کے مسلک سے الگ رائے قائم کرتے ہیں اس مسئلے کا تعلق وضو سے ہے۔

اس کے علاوہ ملاجیون، علامہ ابن خلدون اور امام ابو بکر جصاص ؒ کی پیروی کرتے ہوئے عموماً امام احمد بن حنبل ؒ کی رائے نقل نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے ملاجیون ؒ امام احمد بن حنبل ؒ کو فقیہ و مجتہد تسلیم نہیں کرتے بلکہ انھیں محدث مانتے ہیں علامہ ابن خلدون ؒ و علامہ جصاص ؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ امام احمد فقیہہ و مجتہد نہیں تھے بلکہ صرف محدث تھے ان کی محدثیت میں شک نہیں لیکن فقہی مسائل میں وہ مجتہد نہیں تھے۔

اگر چہ بعض حضرات نے تو یہ لکھا ہے کہ برصغیر میں احکام القرآن پر صرف یہی کام ہوا ہے لیکن یہ رائے درست نہیں ہے کیوں کہ برصغیر میں احکامات پر ایک احکام القرآن اور بھی لکھی گئی ہے جس کا نام ہے احکام القرآن تھانوی ؒ لیکن ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ کی جو احکام القرآن ہے اس کا ایک الگ اور منفرد انداز ہے اور باذوق آدمی کے لیے اطمینان کا باعث ہے اس کتاب کے لکھنے کے بعد ملاجیون اس صف میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں جس صف میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ امام قرطبی رحمتہ اللہ علیہ امام ابوبکر جصاص رحمتہ اللہ علیہ علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور

اپنی احکام القرآن کی تصانیف سے لوگوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرا رہے ہیں۔

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ دسویں گیارہویں صدی ہجری کا دور ہے جبکہ اکثر علوم وفنون مدون ہو چکے تھے اور احکام القرآن کا علم بام عروج پر پہنچ چکا تھا اور اس علم پر متاخرین کا قلم اٹھانا انتہائی مشکل کام سمجھا جاتا تھا اور اس پر قلم اٹھانے کی کوئی بھی ہمت نہیں کرتا تھا اس دور میں ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے قلم اٹھایا اگر چہ علمی مراکز سے دور تھے اس کے باوجود ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے اس مشکل کتاب کو مرتب کرنے کے بعد اہلِ علم کی خدمت میں پیش کر کے داد وصول کی اور اللہ نے اسے شرف قبولیت بخشا التفسیرات الاحمدیہ مرتب ہونے کے بعد سے اہلِ علم کے ہاں متداول رہی اور برصغیر میں علوم قرآن کا مطالعہ کرنے والا اس سے صرف نظر نہیں کر سکتا اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے انسان لگا سکتے ہیں کہ مغلیہ دور میں یہ کتاب دینی مدارس میں شامل نصاب رہی البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامعیت وسعت اور موضوع کے لحاظ سے یقیناً یہ برصغیر کی پہلی کتاب ہے۔

جس کتاب کا شمار شاہکار کتابوں میں ہوتا ہے اور پورا عالم اسلام اور بلاد اسلامیہ کے مقتدر علماء و پیشوا اس کتاب سے علمی استفادہ حاصل کر کے پیاس بجھاتے ہیں اور اپنے آپ کو علمی سکون پہنچاتے ہیں یہ کتاب برصغیر کے حنفی فقہی ادب کی نمائندہ ہے اور اس کتاب میں تقریباً احناف کے مسلک کو بھرپور طریقے سے واضح کیا گیا ہے اور مکمل تفصیلی دلائل پیش کیے گئے ہیں اور اس مضبوطی کے ساتھ مسلک احناف کو ثابت کیا ہے کہ علماء حیران ہیں۔ التفسیرات الاحمدیہ میں فاضل مصنف رحمۃ اللہ علیہ احکامات کے بیان کے لیے جن آیات کا انتخاب کرتے ہیں ان کے احکامات بتانے کے ساتھ ساتھ فاضل مصنف بہت سے دیگر امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں جیسے آیات کا شان نزول ،لغوی بحث وتشریح ، اختلاف قرأت لغوی مسائل ، آیات کی تراکیب اسم اور مسمی کا ایک ہونا یا ان میں مغایرت کا نہ پایا جانا اسی طرح ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ علمی اصطلاحات کی مختلف تعریفیں کرتے ہیں جیسے نسخ اور تبدیل کی تعریفیں اور ان کے مفاہیم میں دقیق فرق اور نکات اور لفظ امام کی اصطلاحی تعریف ، زیرِ بحث مسئلے میں ہمیشہ مختلف فقہا کی آراء کا ذکر کرتے ہیں اور بالکل آخر میں آ کر ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ **نحن نقول ما في كتابنا او مافي اصولنا** کہہ کر احناف وغیرہ الفاظ کہہ کر فقہ حنفی کا دفاع کرتے ہیں اور حنفی مسلک کو ثابت کرتے ہیں اور عقلی ونقلی دلائل کا انبار لگاتے ہیں۔

ایشیاء کے راستے جو فقہی ادب برصغیر میں آیا اور برصغیر کے علماء کو میسر آیا تھا ملا جیون نے اسے برصغیر میں نہ صرف پروان چڑھایا بلکہ بام عروج پر پہنچا کر اپنی قیمتی آراء سے بھی مستفید کیا۔

اور صرف قیمتی آراء ہی نہیں لکھیں بلکہ متنازعہ مسائل میں قول فیصل ذکر کر کے فیصل کا کردار ادا کیا اور ملا جیون تقریباً تمام طبقوں کے علماء کے لیے متفقہ فیصل ہیں اور انہی کے قول کو قول فیصل تسلیم کرتے ہیں ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تحریروں میں علوم اسلامیہ کے اساسی اور بنیادی کتب سے بھرپور استفادہ کیا اور کتاب کے مقدمے میں ان کی ایک فہرست فراہم کی ہے جس میں تفسیر، علوم القرآن، فقہ، اصول فقہ، علم کلام اور محدثین اور سیرت کی کتب شامل ہے یہ کتاب خود ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ کے کثرت مطالعہ اور تبحر علمی اور قابلیت کی بیّن اور واضح دلیل ہے۔ جس کا اظہار ان کی اس کتاب التفسیرات الاحمدیہ سے ہوتا ہے کہ ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ میں کتنی قابلیت تھی چناں چہ ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ نے **وھو الذی خلق لکم مافی الارض حمیعاً** کی تفسیر کرتے ہوئے اور احکامات بیان کرتے ہوئے آٹھ بنیادی مصادر سے استفادہ کیا اور ان مصادر کو خود مصنف رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کیا جن میں مدارک، کشاف، کشف الاسرار، اصول کرخی، احکام القرآن، بیضاوی، ھدایہ اور تفسیر زاھدی شامل ہیں صرف ان مراجع ومصادر سے استفادے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ بہت ساری احادیث سے بھی استفادہ کیا ان کی اسلوب نگارش کو دیکھا جائے اور اس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مصنف رحمتہ اللہ علیہ عام فہم سادہ اور آسان عربی زبان میں اپنا مدعا کرتے ہیں۔

اصطلاحات کے لغوی واصطلاحی مطالب کے تعین کے بعد مصنف رحمتہ اللہ علیہ اپنے حقیقی موضوع یعنی متعلقہ آیت سے استنباط احکامات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن وہ اس معاملے میں اپنے متقدمین ابوبکر جصاص جیسے عربی استعارے سے استفادہ کرتے ہیں اور نہ قیل وقال کے ذریعے مکالماتی انداز اپناتے ہیں کہ قاری کو دقت کا سامنا ہو اور وہ مشکلات سے دوچار ہو اور حیران وپریشان ہو بلکہ وہ سلیس اور عربی زبان میں اپنے موقف ومدعا کو واضح کرتے ہیں۔

اس طرح وہ بلیغ اور فصیح انداز میں اپنا بیان قاری تک پہنچاتے ہیں اور لوگ بھی سمجھنے میں دقت محسوس نہیں کرتے اور ان کے اسی اصول کی وجہ سے علماء کے ہاں یہ متداول ہے اور پسندیدہ ہے اور سند کے طور پر **التفسیرات الاحمدیہ** کو پیش کیا جاتا ہے۔

ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ کی یہ تفسیر کئی بار چھپ چکی ہے لیکن غالباً پہلی بار یہ فقہی تفسیر ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء میں مطبع اخوان الصفا کلکتہ میں چھپی تھی۔ 9

بعد میں یہ کتاب مطبع کریمی بمبئی اور مطبع رحیمی دیوبند سے بھی چھپی اور انہوں نے عمدہ انداز میں اسے

شائع کیا اس کتاب کا اردو ترجمہ احکام القرآن المعروف قرآن کے فقہی مسائل کے نام سے مکتبہ رحمانیہ وہاڑی سے شائع ہوئی التفسیرات الاحمدیہ اپنے موضوع اور علمی وقعت کی بناء پر اور عربی زبان وادب سے بھرپور ہونے کی وجہ سے برصغیر کی نمائندہ اور اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے لیکن اس کتاب پر تحقیق ہونی چاہیے اور اسے تحقیقی تقاضوں کے مطابق طبع کیا جائے تاکہ قاری اس کے علمی جواہر پاروں سے بآسانی مستفید ہو سکے اور بنیادی طور پر اسے بھی شاملِ نصاب کیا جا سکے اور فائدہ حاصل کیا جا سکے۔

ملاجیونؒ کی ایک اور علمی خدمت (نورالانوار):

ملاجیون رحمۃ اللہ کی یہ وہ کتاب ہے جسے سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی جو ایک عرصے سے برصغیر ہندوپاک میں شامل درس ہے اور جسے اصول فقہ کی ایک معتبر کتاب سمجھا جاتا ہے جس کے حوالوں پر اعتماد اور جسے اصول فقہ میں سند کا درجہ حاصل ہے۔

یہ درحقیقت ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفیؒ کی تالیف ''منارالانوار'' کی شرح ہے۔ اس کتاب کی یقیناً اور بھی بہت سی شروح ہیں لیکن جو قبولیت خلاّق عالم نے نورالانوار کو عطا فرمائی ہے وہ کسی اور شرح کو عطا نہیں فرمائی۔ اس کی مقبولیت کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ درحقیقت اس کی وجہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی للّٰہیت اور اخلاص ہے کہ مخلص ہوکر اور خالص للہ فی اللہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے منارالانوار پر شرح لکھی اسی للّٰہیت اور خلوص کی وجہ سے اللہ نے اسے شرف قبولیت بخشا۔

اگرچہ منارالانوار کی ایک شرح خود صاحب منارالانوار یعنی علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحریر فرمائی ہے جس کا نام مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے (کشف الاسرار) رکھا۔

باوجود اس کے کہ اس شرح کا متن اور اس متن کی شرح ایک آدمی نے لکھی اور جو خود متن لکھے وہ زیادہ اچھے اور بہتر انداز میں شرح کرسکتا ہے لیکن اس کے باوجود خود مصنف نے جو شرح لکھی اس کو اتنی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی جو مقبولیت نورالانوار کو حاصل ہوئی۔

خصوصیات کتاب (نورالانوار):

۱) نورالانوار عام فہم اور سہل انداز میں لکھی گئی ہے جس کی زبان انتہائی سادہ ہے اور سلیس ہے۔

۲) طرزِ بیان ایسا ہے کہ انسان ایک مرتبہ شروع کرے تو دل نہیں چاہتا کہ ختم کیے بغیر کتاب پڑھنا ترک کردے۔

۳) ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ نورالانوار شرح منارالانوار میں جو طریق استنباط اپنایا ہے وہ اتنا سہل ہے کہ ایک عام آدمی جو اصول فقہ کے بنیادی اصولوں سے واقف ہو وہ بھی اس طریقہ استنباط کو سمجھ سکتا ہے۔

۴) نورالانوار کا بیان ایسا کہ نہ اتنا طویل کہ پڑھنے والا اکتا جائے اور نہ اتنا مختصر کہ اس سے عام آدمی تو کیا خواص بھی استفادہ نہ کرسکے یہ ساری خصوصیات اس کتاب میں موجود ہیں اور ان تمام خصوصیات کا خیال رکھتے ہوئے ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ نے نورالانوار لکھی جس کی وجہ سے ملا جیون کی اس کتاب کو شرف قبولیت ملا اور یہ ساری باتیں خود ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نورالانور کے خطبے میں ذکر کی ہیں چناں چہ کتاب کے ابتداہی میں جو خطبہ ملاجیون رحمتہ اللہ نے لکھا ہے اس خطبے میں میں ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

کہ جب کتاب ''المنار'' کا شمار اصول فقہ کی ان کتابوں میں کیا جانے لگا جو اپنے متن اور عبارت کے لحاظ سے انتہائی مختصر اور اپنے نکات و دقائق اور علوم کو نہایت جامع و مانع ثابت ہوئیں۔ اور سابقہ وہ شارحین جنہوں نے اس سے پہلے منارالانوار کی شرحیں لکھی ہیں ان میں سے کوئی بھی مصنف ایسا نہیں جو حل کتاب میں دیا مشغول ہوا ہو اور وہ بھی غلطیوں سے پاک ہو پھر ان تمام شروح میں بعض شرحین تو انتہائی مختصر ہیں اور بعض شرحین حد سے زیادہ طویل ہیں ان تمام صورتحال کے پیشِ نظر بندہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اس کتاب کی کوئی ایسی شرح لکھی جائے جو اس کی تمام مشکلات کو حل کردے اور اس کی تمام پیچیدگیوں پر قابو پاسکے لیکن ایک طرف دل میں یہ تمنا تھی کہ یہ کتاب حل کی جائے اور دوسری طرف مشاغل کی کثرت تھی کہ اچانک اتفاق سے میں مدینہ منورہ چلا گیا اور وہاں حرمین شریفین میں جو بڑے خطباء موجود تھے اور وہ میرے دوست بھی تھے تو انھوں نے مجھ سے یہ کتاب پڑھوائی اور بندہ نے یہ کتاب پڑھی اور ساتھ ساتھ اس کی شرح تحریر کرنے کے لیے درخواست کی تو میں نے اس درخواست کو قبول کرتے ہوئے اس کی شرح لکھی اور اس وقت جو کچھ میرے ذہن میں متحضر تھا اگر چہ میرے پاس کتابیں موجود نہیں تھیں لیکن جو کچھ دماغ میں تھا اور جو سمجھ میں آیا اس کی مدد سے شرح لکھی جو شرح بعد میں نورالانوار کے نام سے منصۂ شہود پر آئی اور اسے شرف قبولیت ملا۔[۱]

چناں چہ تذکرہ نگاروں نے اس شرح کے بارے میں لکھا ہے کہ ملا موصوف نے مدینہ منورہ میں ربیع الاول ۱۱۰۵ھ کو اسے لکھنا شروع کیا اور جمادی الاول ۱۱۰۵ھ کو یہ شرح پایہ تکمیل تک پہنچی اور تعجب کی بات یہ کہ اس شرح کے لکھنے میں کسی امدادی کتب سے بھی استفادہ نہیں کیا اور اس طرح کسی مدد کے بغیر یہ کتاب مکمل کی ہے۔

صاحب نورالانوار کے خطبہ پر تذکرہ نگاروں نے جو بحث کی ہے اس بحث کا خلاصہ یہ تھا کہ ملا جیون بڑے ذہین تھے اور اس بحث سے ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ کی ذہانت اور تبحر علمی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ کتنے بلند پایہ کے قابل اور تبحر عالم تھے کیوں کہ اتنے مختصر عرصے میں اتنی ضخیم کتاب لکھنا ہر شخص کے بس کی بات نہ تھی اور وہ بھی بغیر استفادہ کتب کے محض اپنی ذہانت سے لکھنا یہ اس بات کی دلیل ہے اللہ نے ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ کو غیبی علم دیا تھا اور اسی علم لدنی کا یہ کمال تھا کہ ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ نے نورالانوار لکھی یہ وہ علم ہے جو علم اللہ خواص کو عطا فرماتا ہے ہر کسی کو اس کا استحقاق نہیں ہوتا اس کے مستحق وہ افراد ہوتے ہیں جن کے دل میں خوف خدا ہو اور تقویٰ ہو، خشیت سے بھرپور ہو تو ان پر رب العزت علم وبصیرت کے دروازے کھول دیتا ہے یہ حضرت ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ کی خصوصیات ہیں کہ اللہ رب العزت نے علم وبصیرت ان کو عطا فرمائی اور اسی علم کی بدولت نورالانوار لکھی گئی۔

ملا جیون بحیثیت ایک شاعر:

ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ ایک بلند پایہ مفسر تھے اور اس کی مثال ان کی تفسیر تفسیرات احمدیہ ہے اسی طرح ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ ایک بلند پایہ اصولی بھی تھے اور اصول فقہ میں نورالانوار ایک علمی شاہکار ہے بالکل اسی طرح ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ ایک نفیس اور بلند پایہ اور باذوق شاعر تھے اور آپ کو اشعار سے خصوصی دلچسپی اور شغف رہا آپ نے ملا رومؒ کی تینوں مثنوی کی طرز پر ایک مثنوی لکھی جس میں چھ دفتر تھے اور اس میں کم وبیش ۲۰ ہزار اشعار تھے جو ان کی شعروشاعری سے شغف پر بین دلیل ہے کہ آپ ایک باذوق شاعر بھی تھے۔

ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ نے حافظ شیراز کے طرز پر بھی پانچ ہزار اشعار کہے اسی طرح ملا موصوف نے قصیدہ بردہ شریف کے طرز پر گیارہ سو بیس اشعار کا قصیدہ تحریر کیا ہے جو جدا ہے اور پھر جس وقت حرمین شریفین کی زیارت سے مستفید ہو رہے تھے اس وقت اس کی ایک تفصیلی شرح بھی لکھ ڈالی۔۱۱ جو خاص وعام میں معروف ہوئی یہ وہ زمانہ تھا کہ صحیح شاعر نادرالوجود تھے لیکن اس کے باوجود ایسے نفیس اور باذوق شاعر کا اتنی کثیر تعداد میں اشعار کہنا یقیناً کرامت ہے۔

ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ جس وقت زیارت حرمین شریفین سے بہرہ ور ہو رہے تھے تو آپ نے کئی عربی قصیدے لکھے جن قصائد پر اہلِ عرب سے آپ نے بار بار داد وصول کی کہ عجمی ثقافت اور عجمی سر زمین سے پیدا ہونے والا ایک شخص فصیح و بلیغ عربی میں ایسے اشعار لکھ رہا ہے کہ جو اشعار اہلِ عرب کے لیے لکھنا مشکل ہے۔

چناں چہ ان کے طرزِ بیان ادب اور منظوم کلام پر بیشتر عرب علماء نے خراجِ تحسین پیش کیا اور آپ کے یہ اشعار عربی ادب کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔

ملا جیون بحیثیت ایک سالک:

ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ کا جو زمانہ تھا یہ زمانہ برصغیر ہند و پاک میں تصوف کا زمانہ تھا اور تصوف بامِ عروج کو چھو رہا تھا ہر ذی علم شخص تصوف سے وابستہ تھا اور کسی نہ کسی طریقے سے وہ تصوف کے میدان میں تصوف کے منازل طے کر رہا تھا کہ اچانک ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان واپس تشریف لائے اگر چہ آپ نے تصوف کے میدان میں تازہ تازہ قدم رکھا تھا اور آپ اس میدان میں نو وارد تھے اس میدان میں بڑے بڑے شہسوار اپنی قسمت آزما رہے تھے لیکن آپ نے صرف دو سال کے عرصے میں حضرت شیخ یاسین بن عبدالرزاق قادری سے خرقہ خلافت حاصل کر کے اس میدان میں چلنے والے تمام لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور وہ جو اس میدان کے شہسوار سمجھے جاتے تھے وہ آپ کی قدر کرنے لگے اس طرح آپ تصوف کے میدان میں ایک چمکتے دمکتے ستارے کی طرح آئے۔

اس خرقہ خلافت کے حصول کے بعد ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کے ہمراہ واپس دہلی آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے الغرض ملا جیون نے جس میدان کارزار میں قدم رکھا ہے وہ اس میدان کے شہسوار بنے اور ایسے چمکتے ستارے کی طرح ابھرے ہیں زمانہ اس کی مثال دینے سے عاجز ہے۔

اصول فقہ کی طرف توجہ کی تو امام بنے۔ تفسیر کی طرف توجہ کی تو پوری قوم آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ تصوف کی راہ میں قدم رکھا تو ہندوستان کے وہ لوگ جو اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے سب آپ کی طرف متوجہ ہوئے الغرض ہر میدان میں آپ نے وہ کارنامہ ہائے انجام دیئے برصغیر کے علماء اس پر حیران ہوئے کہ اتنے مختصر عرصے میں ہر میدان کا شہسوار بنا صرف ناممکن ہی نہیں بلکہ محال بھی تھا لیکن ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ سے اللہ نے کام لینا تھا تو ہر میدان میں ترقی عطا فرمائی۔

ملاجیون اور دربار شاہی:

صاحب آئینہ اودھ شاہ سید عبداللہ ابوالحسن مانک پوریؒ نے یہ بات نقل کی ہے کہ ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ کے والد نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے دونوں بیٹوں (ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ اوران کے برادر حقیقی ملابوڈھن) کی انگلی پکڑے ہوئے جارہا ہوں کہ اچانک ایک طرف سے ایک سور دوڑتا ہوا قریب آیا میں نے ملابوڈھن کو گود میں اٹھا لیا اور ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ کو چھوڑ کر چلا گیا جب بیدار ہوئے تو بہت متأسف ہو کر فرمایا کہ سور کے چھونے کا مطلب دنیا میں ملوث ہونا ہے بوڈھن اس سے بچ گیا[۱۲] چناں چہ ایک زمانہ آیا کہ ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ دربار شاہی سے وابستہ ہوا تو گویا والد کا یہ خواب سچا ہوا اگر چہ مؤرخین نے ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے آپ شاہی دربار سے صرف اپنے کھانے اور کپڑے کے علاوہ اور کوئی چیز وصول نہیں کرتے تھے لیکن دربار شاہی سے وابستگی درحقیقت دنیا سے وابستگی ہے۔

چناں چہ سوانح لکھنے والوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے جب چالیس سال کی عمر میں دہلی کی جانب رخت سفر باندھا اور اجمیر شریف سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچے تو درس وتدریس شروع کی اور ایک غلغلہ ہوا کہ اس طرح کا ایک عالم آیا ہے۔ جو ہر فن مولا ہے تمام فنون پر اسے دسترس حاصل ہے اور علوم عقلیہ کا شہسوار اور علوم نقلیہ کے دریا کا تیراک ہے اور آپ کی یہ شہرت دور دراز علاقوں تک پھیل گئی۔

اور لوگ جوق در جوق علمی پیاس بجھانے کی غرض سے آپ کے پاس آنے لگے اور عوام وخواص آپ کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے تو کسی نے شاہ جہاں کو بتایا۔ شاہ جہاں نے جب آپ کی علمی شہرت سنی تو آپ کو اپنے بیٹے عالمگیر کا استاد مقرر کیا۔ تاکہ عالمگیر کی صحیح اسلامی تربیت کی جاسکے اور وہ بعد میں جاکر امورِ سلطنت صحیح اسلامی قوانین کے مطابق چلاسکیں یہ اعزاز ہندوستان میں آپ کو حاصل رہا کہ مستقبل کے بادشاہوں کی تربیت آپ نے کی اور اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ عالمگیر ایک صحیح منصف عادل حکمران ثابت ہوا۔

ملاجیونؒ علماء امت کی نظر میں:

ملاجیون کے بلند پایہ علمی کارناموں کو علماء امت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہمیشہ ملاجیونؒ کے علمی کارناموں کو بطور سند پیش کرتے ہیں چناں چہ تذکرہ مصنفین کے مصنف اختر راہی ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

''کہ ملا جیون نے پوری زندگی درس وتدریس، تصنیف وتالیف میں گذاری سلسلہ قادریہ میں مرید بھی ہوئے اور خلعت خلافت بھی حاصل کی۔''

مولانا آزاد بلگرامی کی یہ رائے بھی کم وقعت نہیں رکھتی کہ:

حاصل کلام الٰہی و در دانش عقلی ونقلی بحر لا متناہی

کہ آپ عقلی ونقلی دلائل کے بحر لا متناہی بحر ناپید کنار تھے یعنی اگر علوم نقلیہ کی بات آتی تو دریا بہا دیتے۔ اور اگر علوم عقلیہ کی کوئی بات ہوتی تو آپ ایسے دلائل دیتے ہر بات کہ موتی آب دار ہوتی تھی۔

چناں چہ تاریخ ملت کے مصنف مفتی زین العابدینؒ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

شیخ احمد معروف بہ ملا جیون امیٹھویؒ و فاتحہ فراغ از ملا لطف اللہ گوروی گرفت آ ور کشش طالع اورا بہ خلد مکان رسانید و سلطان خدمت او تلمذ کرد وایام زندگانی بہ شغل درس وتحریر وتصانیف صرف ساخت سن وفات ۱۱۳۰ھ ہے۔ ۱۳

مفتی زین العابدینؒ فرماتے ہیں: کہ ملا جیون نے ابتدائی کتب کی تعلیم ملا لطف اللہ گوروی سے حاصل کی اور اس طرح علمی آسمان کے آفتاب ماہتاب بن گئے اور ان کی علمی خدمات کو دیکھتے ہوئے سلطان نے ان کی شاگردی اختیار کی آپ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس اور تحریر وتصانیف میں گذاری بالآخر ۱۱۳۰ھ کو علمی دنیا کا یہ عظیم محقق و عالم دین اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے۔

اسی طرح ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اسلامی انسائیکلو پیڈیا کے مصنف سید قاسم محمود صاحب رقم طراز ہیں۔

آپ نے اکیس سال کی مختصر عمر میں علوم عقلیہ و علوم نقلیہ کی تکمیل کی اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کی علمی خدمات کو دیکھتے ہوئے آپ کو اپنے اساتذہ میں شامل کیا اور وہ آپ کی بہت عزت وتکریم کیا کرتے تھے اس کے علاوہ شاہ عالم بہادر شاہ اول بھی اپنے والد محترم کی طرح آپ کی بہت عزت کرتے تھے اس کے علاوہ آپ کے تفسیری نکات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فقہ میں بہت مہارت تھی علم کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے آبائی شہر میں تدریس شروع کی ۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء میں آپ اجمیر و دہلی روانہ ہوئے اور یہاں کافی عرصہ قیام کیا اس قیام کے دوران آپ وعظ اور نصیحت، تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔ ۱۴

۱۱۰۲ھ/۱۶۹۰ء میں پہلی مرتبہ مکہ معظمہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور پانچ سال وہاں قیام کیا اس

آپ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس تصنیف وتالیف میں صرف کی اصول فقہ میں نورالانوار شرح المنار آپ کی زندہ یادگار ہے جس سے دنیا کا بچہ بچہ بخوبی واقف ہے کتاب آپ نے مدینہ میں قیام کے دوران صرف دو ماہ میں لکھی ہے۔

نیز ہندوستان میں سب سے پہلے احکام القرآن کے موضوع پر التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ مع تالیفات المسائل الفقہیہ آپ ہی نے تالیف کی جس میں قرآن مجید کے کم وبیش پانچ سو آیات کی تشریح و توضیح حنفی نقطۂ نگاہ سے کی ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ موصوف کے دورِ طالب علمی کی تصنیف ہے۔ ان کے علاوہ دیگر تالیفات یہ ہیں۔السوانح یہ لوائح جامی کی طرز پر ہے جس کو آپ نے حجاز کے دوسرے سفر میں تالیف کیا مناقب الاولیاء یہ امیٹھی کے آخری زمانہ قیام کی تصنیف ہے 'آداب احمدی'' سیر وسلوک میں ہے جو آپ نے ابتداء عمر میں لکھی تھی۔[16]

قیام کے بعد ۱۱۰۷ھ/۱۶۹۰ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے اور ہندوستان واپس آ کر سرکاری ملازمت اختیار کی اور تقریباً چھ سال تک اورنگ زیب کے افسروں کے ساتھ رہے جو اس زمانے میں دکن کی ریاستوں میں برسرِ پیکار تھے۔

۱۱۱۲ھ/۱۷۰۰ء میں واپس امیٹھی پہنچے یہاں پر دو سال قیام کیا اس قیام کے دوران آپ کو اپنے شیخ یاسین بن عبدالرزاق قادری سے خرقہ خلافت عطا ہوا۔

اس کے بعد آپ نے کثیر تلامذہ کے ساتھ دہلی کا رخ کیا اجمیر میں شاہ عالم اول سے ملاقات ہوئی وہ آپ کو اپنے ہمراہ لاہور لے آیا شاہ عالم کی وفات کے بعد آپ ددبارہ دہلی روانہ ہوئے اور تعلیم وتدریس میں مشغول ہوئے وہیں ایک مدرسہ قائم کیا اور وہیں انتقال ہوا۔

۴) سہ ماہی المیزان کے مدیر آپ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ ملا جیون کی تصنیف التفسیرات الاحمدیہ ایک بلند پایہ علمی کتاب ہے جو غالباً اپنے موضوع پر واحد کتاب ہے جو برصغیر میں لکھی گئی اس طرح احکام القرآن جیسے دقیق اور مشکل موضوع پر کتاب لکھنے کے بعد ملا جیون اس صف میں کھڑے نظر آتے ہیں جہاں امام شافعی، امام جصاص امام قرطبی کھڑے ہیں اور اپنی مایۂ ناز تصنیف احکام القرآن کے ذریعہ مسلمانان عالم کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرا رہے ہیں۔

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کا ہے جب تک اکثر علوم وفنون مدون ہو چکے تھے اور احکام القرآن کا موضوع اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا اس دور میں اس اس موضوع پر قلم اٹھانا آسان کام نہیں تھا علمی مراکز سے دور ہونے کے باوجود ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے اس مشکل موضوع پر کتاب مرتب کی اور اہلِ علم کی خدمت میں پیش کر کے قبولیت کی سند پائی۔

چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ التفسیرات الاحمدیہ کے ترتیب پانے کے بعد سے یہ کتاب اہلِ علم میں متداول رہی اور برصغیر میں قرآن کا مطالعہ کرنے والا کوئی شخص اس کتاب سے صرف نظر نہیں کر سکتا اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ مغلیہ دور میں یہ کتاب دینی مدارس میں شامل نصاب رہی ہے۔

اپنی جامعیت وسعت اور موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب برصغیر کی پہلی کتاب ہے جس کا شمار شاہکار کتابوں میں ہوتا ہے اور پورا عالم اسلام اس علمی تصنیف سے استفادہ کرتا ہے۔۱۵

۵) صاحب ظفرالمحصلین نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

حوالہ جات

۱۔ محمد حنیف گنگوهی، ظفر المحصلین، کراچی، دارالاشاعت، ص۲۱۷، س۔ن

۲۔ جمیل احمد، قوت الاخیار، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص۱۳، ۱۹۹۶ء

۳۔ اختر راہی، تذکرۂ مصنفین درس نظامی، کراچی، دارالاشاعت ص۵۱، س۔ن

۴۔ اسلام الحق، مشکوۃ الانوار، کراچی، میر محمد کتب خانہ، ص۲، ۱۹۸۶ء

۵۔ اختر راہی، تذکرۂ مصنفین درسِ نظامی، محولہ بالا، ص۵۲۔ س۔ن

۶۔ سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، کراچی شٹیزن گرافکس، ص۶۹۹، س۔ن

۷۔ اختر راہی، تذکرۂ مصنفین درس نظامی، محولہ بالا، ص۵۳

۸۔ محمد امین شہیدی (مدیرِ اعلیٰ) سہ ماہی اردو مجلہ المیزان، اسلام آباد، ص۱۲۰، جلد نمبر ا جمادی الاول تا رجب

۹۔ المیزان محولہ بالا، ص۱۳۰

۱۰۔ ملا جیون، احمد بن ابی سعید، نور الانوار، کراچی، ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی، ص۱۴، ۱۹۹۱ء

۱۱۔ الفرقان، انڈیا، ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ بحوالہ تذکرہ مصنفین درس نظامی، ص۵۵

۱۲۔ اختر راہی، تذکرۂ مصنفین درس نظامی، محولہ بالا، ص۲۱۹

۱۳۔ مفتی زین العابدین، تاریخ ملت، کراچی، اشرف برادران ص، ۱۴۱، ۷، جلد نمبر ۳ ۱۹۹۱ء

۱۴۔ سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، محولہ بالا، ص۶۹۹

۱۵۔ محمد امین شہیدی (مدیرِ اعلیٰ) المیزان، محولہ بالا، ص۱۲۸

۱۶۔ محمد حنیف گنگوهی، ظفر المحصلین، محولہ بالا، ص۲۱۹